وفیات

پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج

صوفی عبدالحمید سواتیؒ

ایک مفسر......ایک محدث

ملک کے معروف بزرگ عالم دین، مفسر قرآن شیخ الحدیث اور متعدد کتابوں کے مترجم و مولف مولانا صوفی عبدالحمید سواتی طویل علالت کے بعد بالآخر ۶ اپریل ۲۰۰۸ء اتوار کی صبح اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انکی عمر ۹۰ برس تھی۔ مرحوم کی وصیت کے مطابق انہیں شہر کے بڑے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ ایک اندازے کے مطابق انکے جنازے میں ایک لاکھ افراد شریک ہوئے۔ مرحوم اپنی خدمات تدریس و تقریر و تالیف کے سبب مذہبی حلقوں میں ہمیشہ یاد رہیں گے۔ انہوں نے معالم العرفان کے نام سے قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی یادگار چھوڑی ہے۔ مرحوم جامع مسجد نور (گجرانوالہ) میں ہفتہ میں چار روز درس قرآن باقاعدگی سے دیا کرتے تھے۔ ایک طویل مدت تک ان کے زبانی درسوں کا سلسلہ چلتا رہا اور اتنا مقبول ہوا کہ اسے باقاعدہ لکھا جانے لگا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے معالم العرفان فی دروس القرآن کے نام سے غالباً بیس مجلدات تیار ہو گئے۔ یہ دروس ضبط تحریر میں لانے کا خوشگوار فریضہ ان کے فیض یافتہ شاگرد رشید الحاج لعل دین نے انجام دیا۔ ان کے تلامذہ و رتلامذہ لاکھوں کی تعداد میں بتائے جاتے ہیں، جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مرحوم کا تعلق صوبہ سرحد سے تھا۔ جہاں سے وہ نصف صدی قبل گوجرانوالہ میں آکر مقیم ہوئے۔ مرحوم نے تحریک ختم نبوت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی مشقت اٹھائی۔

مولٰنا نے دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کیا تھا۔ ان کے اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبدالشکور لکھنوی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی اور مولانا اعزاز علی جیسے علم و ادب کے اکابر و اساطین شامل ہیں۔ وہ حیدرآباد دکن کے طبیہ کالج سے طب یونانی میں سند یافتہ تھے۔ مگر طبابت کو اپنا پیشہ نہیں بنایا۔ مرحوم کے نماز جنازہ میں عوام کے ساتھ اکابر علماء نے بھی شرکت کی اور انکی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔

<u>خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را</u>

مولانا عبدالحمید سواتی ۱۹۱۷ء میں صوبہ سرحد کے ضلع ہزارہ کے ایک گاؤں کڑمنگ بالا میں پیدا ہوئے بچپن میں ہی والدین کے سایہ رحمت و شفقت سے محروم ہو گئے لیکن اپنے ذاتی امنگ اور شوق کے

باعث مختلف مدرسوں میں تعلیم حاصل کرتے رہے تا آنکہ ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے علوم دینیہ میں تکمیل کی سعادت پائی۔ اسلامی فرقوں کے مابین ردّ و مناظرہ کا روایتی انداز جو بدقسمتی سے مختلف مدرسوں اور جامعات میں رائج تھا، اسمیں مہارت حاصل کی، پھر بین المذاہب تقابلی مطالعہ کے لیئے دارالمبلغین (لکھنؤ) چلے گئے۔ ۱۹۵۲ء میں گوجرانوالہ میں اپنا مدرسہ نصرت العلوم قائم کیا اور قبل ازیں جامع مسجد نور سے بطور خطیب ۱۹۵۱ء میں وابستہ ہوئے۔ (بحوالہ معالم العرفان، پارہ نمبر ۲۹، ص ۴) اور تمام زندگی اسی مسجد کو اپنے خطابات و دروس کا مرکز بنائے رکھا۔ ان کے خطابات بالعموم قرآنی آیات کی تفسیر پر مشتمل ہوتے تھے اور درس قرآن میں تو تفسیر القرآن بالقرآن ہی کا طریقہ غالب رہتا تھا۔ (بحوالہ معالم العرفان، جلد پنجم ص ۲۰) مگر یہ طریقۂ تدریس بھی اگر تدبّر و اجتہاد سے خالی ہو تو فقط نام ہی رہ جاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ مہجوری از قرآن کے اس دور میں اگر نام قرآن بھی رہ جائے تو بسا غنیمت ہے بلکہ قابل ستائش ہے۔

گو مرحوم کی تفسیر کا انداز تحقیقی طور پر علمی نہیں ہے۔ تاہم خطابت میں دلچسپی پیدا کرنے والے عوامل کا لحاظ ضرور رکھا گیا ہے۔ کہیں کہیں انداز بیان از حد دلچسپ ہو گیا ہے اور کہیں کہیں ان کا استدلال ان کے عدم تدبّر کی چغلی بھی کھاتا ہے۔ دیکھئے (معالم العرفان جلد ۹، ص ۲۹۷) اور کہیں سہو و تسامح کا شکار بھی نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرتب تفسیر نے مفسر کے بیان کو پورے طور پر سمجھے بغیر یا تحقیق کیئے بغیر ہی لکھ دیا ہے۔ بہر حال تفسیر میں مشاہیر کے حوالے جابجا ملتے ہیں۔ کہیں کہیں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور غلام احمد پرویز کا رد بھی ملتا ہے۔ تاہم دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے کے سبب علمائے دیوبند کا بہت ادب و احترام سے ذکر کیا گیا ہے۔

ان کے دروس و خطابات میں اکثر و بیشتر مقامات پر کتب تفاسیر و احادیث اور بعض دیگر کتب کے جو حوالے ملتے ہیں وہ دوسروں کی محنت ہے۔ یہ وقت طلب کام الحاج لعل دین، محمد اشرف اور مرحوم کے صاحبزادے محمد فیاض خان سواتی نے متفرق طور پر الگ الگ جلدوں میں انجام دیا ہے۔ (بحوالہ معالم العرفان پارہ نمبر ۲۹، ص ۸، سورۂ جن تا سورۂ مرسلات۔ اور جلد نمبر ۱۴، ص ۲۷)

درس قرآن کے ساتھ ساتھ مرحوم نے درس حدیث کا سلسلہ بھی شروع کیا تھا۔ معالم العرفان کی چودھویں جلد میں اس امر کا تذکرہ ملتا ہے کہ دروس الحدیث کی دوسری جلد کی کتابت مکمل ہو چکی ہے۔ نیز اس جلد میں بھی امام احمد بن حنبل" کی مسند احمد کی منتخب احادیث کی تخریج، معالم العرفان کی طرز پر کی گئی ہے۔ مرحوم کا درس حدیث، ہفتہ میں دو دن ہوا کرتا تھا۔ مسند احمد کے علاوہ آپ نے صحاح ستہ، مشارق الانوار، الترغیب والترہیب، موطا امام مالک کا درس بھی مکمل کیا۔ (بحوالہ معالم العرفان پارہ ۲۹، سورۂ جن تا سورۂ

مرسلات، ص ۶)

مرحوم کے یہ دونوں دروس بلال احمد تاگی نے بڑی دلچسپی اور ذمہ داری سے کیسٹوں میں محفوظ کیے تھے۔ جسے الحاج لعل دین نے مناسب عنوانات کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ عام خطبات جمعہ کو بھی کیسٹوں میں ریکارڈ کیا گیا تھا۔ (بحوالہ معالم العرفان، جلد ۱۲، ص ۲۷ تا ۲۸) جنکی ریکارڈنگ انجم لطیف کے ذمہ تھی۔ واضح رہے کہ کیسٹوں میں محفوظ کرنے کا عمل ۱۹۷۹ء سے شروع ہوا تھا۔

جنھیں بعد میں الحاج لعل دین نے افادۂ عام کے لیے کاغذات پر منتقل کیا۔ الحاج لعل دین کی تحریری خدمات دیکھ کر مجھے رشید رضا مصری یاد آتے ہیں، جنھوں نے اپنے شیخ، مفتی محمد عبدہٗ کے تفسیری کارنامے کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرکے خود کو امر کر لیا ہے۔ الحاج لعل دین بھی ایسے ہی فنافی الشیخ معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ انہیں انکی جزا عطا فرمائے۔ (آمین)

مرحوم چونکہ روایتی علوم کے علامہ تھے۔ اس سبب سے (ہمارے نزدیک) ان کے بیان میں بعض ضعیف روایات بھی موجود ہیں۔ (دیکھئے معالم العرفان پارہ ۲۹ ص ۱۹۰ سورۂ ملک تا سورۂ نوح) قرآن و حدیث کے یہ دروس نماز فجر کے بعد دیے جاتے تھے۔ اس ترتیب کے ساتھ کہ شروع کے چار دن درس قرآن کے لیے اور بعد کے متصل دو دن درس حدیث کے لیے مختص ہوتے اور ایک دن ناغہ ہوتا۔

مولانا کی تفسیر سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ کے فلسفے سے خصوصی لگاؤ تھا اور وہ مولانا عبید اللہ سندھی سے بیحد متاثر تھے۔ جبکہ بیعت ارادت مولانا حسین احمد مدنی سے رکھتے تھے۔

معالم العرفان فی دروس القرآن میں آیات قرآنیہ کے نیچے جو ترجمہ ملتا ہے۔ وہ صوفی عبد الحمید سواتی کا اپنا بیان کردہ ہے۔ (بحوالہ ایضاً ص ۸) اس اعتبار سے انہیں مفسر قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ مترجم قرآن ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ میرے خیال میں مولانا کی تفسیر کو اک نئی ترتیب کے ساتھ از سر نو شائع کرنے اور تمام جلدوں میں ضخامت کی یکسانیت کو ملحوظ رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ ایسی پر اثر تفسیر سے استفادہ میں آسانی ہو۔ بلاشبہ تفسیر کا اسلوب بیان بالعموم سادہ اور پیچیدگیوں سے پاک ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو کہ مولانا اشرف علی تھانوی کے مواعظ کی طرح، سحر انگیز اور حسن تاثیر سے مرصع ہے۔ سوائے علمی رنگ کے... اکثر جلدوں میں شاہ ولی اللہ کے فلسفے اور حکمت کی چھاپ بھی نظر آتی ہے۔ (بحوالہ ایضاً جلد ۳ ص ۲۹)

مولانا کی دیگر کتابوں کا تذکرہ معالم العرفان کی گیارہویں جلد کے آخری صفحہ پر ملتا ہے۔ جنکی قدرے تفصیل یہ ہے:

(۱) نماز مسنون کلاں۔ (۲) نماز مسنون خورد۔ (نماز کے موضوع پر یہ ضخیم کتابیں ہیں، جو کم و بیش ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ (۳) مولانا عبید اللہ سندھی کے علوم و افکار۔ جن کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا وہ یہ ہیں۔ (۴) مباحث کتاب الایمان مع مقدمہ مسلم شریف اردو شرح۔ (۵) تشریحات سواتی الی ایساغوجی۔ (۶) عقائد اہلسنت و جماعت، ترجمہ عقیدۃ الطحاوی۔ (۷) البیان الازہر ترجمہ فقہ اکبر۔ (۸) ایضاح المومنین ترجمہ دلیل المشرکین۔ (۹) ترجمہ الطاف القدس..... اور اب وہ کتب، جنکا عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ (۱۰) حجۃ الاسلام۔ (۱۱) تاریخ مبادی وفلسفہ۔ علاوہ ازیں متعدد کتب و رسائل پر مقدمہ و تصحیح کی۔ اور ''مقالات سواتی'' کے نام سے ایک الگ کتاب مرتب کی۔ (راقم الحروف جناب پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبد الشہید نعمانی، چیئرمین شعبۂ عربی، جامعہ کراچی) کا ممنون ہے کہ جنھوں نے مولانا سواتی مرحوم کی تفسیر کی دستیاب بارہ جلدیں مطالعہ کے لیے مرحمت فرمائیں جن کی مدد سے یہ مختصر سا مضمون سپرد قلم ہوا۔

آہ! طالب ہاشمی مرحوم

(تاریخ اسلام اور احوال صحابہ کا عظیم مصنف)

تاریخ اسلام بالخصوص احوال صحابہ کے معروف و مقبول مصنف جناب طالب ہاشمی راہیٔ ملک عدم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کا مولد سیالکوٹ (۱۲ جون ۱۹۲۳ء) اور مدفن (۱۶ فروری ۲۰۰۸ء) لاہور بنا۔ یوں وہ اپنے مولد و مدفن میں شاعر مشرق علامہ اقبال اور شاعر فیض احمد فیض کی مثال ہو گئے۔ مرحوم نے اپنا تحریری سرمایہ سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابوں کی شکل میں یادگار چھوڑا ہے۔ انکی تحریرات کا سب سے محبوب موضوع اصحاب رسول ﷺ کا ذکر جمیل رہا ہے اور اب اسی ذکر کے فیض نے مرحوم کے نام و کام کو بھی جمیل کر دیا ہے۔

بقول حافظ محمد ادریس کے مرحوم کہا کرتے تھے کہ میں طالب ہاشمی نہیں بلکہ طالب الہاشمی ہوں۔ گویا ان کا نام مرکب توصیفی نہیں، مرکب اضافی ہے در اصل الہاشمی میں الف لام تعریفی داخل کرکے جو معرفہ بنایا گیا ہے، اس نے الہاشمی کو مخصوص اور معین کر دیا ہے، اور سمجھا دیا ہے کہ الہاشمی سے مراد النبی الہاشمی ہے۔ یوں طالب الہاشمی، رسول اللہ ﷺ کا طالب بن جاتا ہے۔

مرحوم علم تاریخ بالخصوص احوال صحابہ کے بحر ذخار مانے جاتے تھے۔ اسمائے علم کی تصحیح کے حوالے

سے معاصرین ان پر اعتماد کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی ایک تقریر میں ہشام بن عمرو کو ہشام کہہ دیا تھا اس پر مرحوم نے انہیں ان کے گھر جا کر بتایا کہ ہشام کو زبر کے ساتھ نہیں زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے (بحوالہ ترجمان القرآن، اپریل ۲۰۰۸، ص ۹۳ تا ۹۶)

مرحوم کو ان کی کتابوں پر صدارتی ایوارڈ بھی ملے، مگر انہوں نے "ایوارڈ" کو اپنے لیے کبھی اعزاز نہ سمجھا۔ یہ واقعی ان کا بڑا پن تھا۔ ورنہ ہم نے تو بعض لوگوں کو صرف ایوارڈ لینے کے لئے سیرت نگار بنتے دیکھا ہے۔ بلکہ اس ضمن میں بارہا سیرت کا قتل ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ مرحوم کی آخری کتاب آنحضرت ﷺ کے "خادمان خاص" کے موضوع پر بتائی جاتی ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ انکی وفات کے بعد شائع ہوگی۔ چند اہم کتابوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ رحمت دارین ﷺ (سیرت کے موضوع پر اہم کتاب ہے)
۲۔ یہ تیرے پراسرار بندے، (اسمیں آنحضرت ﷺ کے ۸۱ صحابہ اور ۳۰ مشاہیر کا تذکرہ بیان ہے)
۳۔ رحمت دارین ﷺ کے سو شیدائی (اسمیں ۱۱۰ اصحابہ کے حالات درج ہیں)
۴۔ تذکار صحابیات، (دور رسالت مآب ﷺ کی مومن عورتوں کے تذکرے پر مشتمل ہے)
۵۔ حبیب کبریا ﷺ کے تین سو اصحاب
۶۔ فوز و سعادت کے ایک سو پچاس چراغ (یہ بھی صحابہ کے حالات پر مشتمل ہے)
۷۔ چالیس جانثار　۸۔ پچاس صحابہ　۹۔ ستر ستارے

ان کے علاوہ بھی متعدد موضوعات مثلاً اولیائے کرام اور تاریخی شخصیات پر ہاشمی صاحب نے بہت کچھ لکھا ہے ہم سمجھتے ہیں یہ سارا تصنیفی کام ان کے لیے ایصال ثواب کا اہم ذریعہ ثابت ہوگا۔

انا نحن نحی الموتی ونکتب ما قدموا والارھم وکل شیء احصینہ فی امام مبین. (یٰسین:۱۲)

بے شک ہم ہی ہیں، جو مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ اور ہم وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں، جو (تصنیفات و اعمال) وہ آگے بھیج چکے ہیں، اور ان کے اثرات ونتائج، (جو پیچھے رہ گئے ہیں۔) اور ہم نے ہر چیز کو روشن کتاب میں محفوظ کر رکھا ہے۔

خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت اور اصحاب رسول ﷺ کے قرب میں جگہ رحمت فرمائے (آمین)

آہ! پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمدؒ

پاکستان کے معروف مذہبی دانشور، ملت اسلامیہ کے روحانی پیشوا، عصر حاضر کے ولی کامل سینکڑوں کتابوں، رسالوں، مقالوں اور مضامین کے محرر، بلند پایہ محقق، صاحب طرز ادیب اور انشا پرداز پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد ۲۸ اپریل ۲۰۰۸، بروز پیر اچانک ہم سے جدا ہو گئے۔ اور اپنے ہزاروں چاہنے والوں کو سوگوار چھوڑ گئے۔ وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ ان کے فرزند دلبند صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد نے پڑھائی۔ جبکہ دعائے اجتماعی مولانا پیر فضل الرحمن مجددی نے کرائی۔ ان کے جنازے میں اکثر علماء ومشائخ اور صالح کردار کے حامل افراد کی کثرت دیکھ کر مرحوم کی روحانیت اور پاکیزگی وکردار کا بخوبی اندازہ ہوا۔ نماز جنازہ، شاہراہ قائدین کے ساتھ والے گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔ انتقال کے وقت مرحوم ۷۹ برس کے تھے۔ مگر مرتے دم تک ان کے معمولات یومیہ میں کوئی فرق نہ آیا...........

ڈاکٹر صاحب ۱۹۳۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان آئے۔ ۱۹۵۲ء میں لاہور سے میٹرک کیا، ۱۹۵۸ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے اردو میں ایم اے کیا۔ اور اپنے سبجیکٹ میں اول پوزیشن حاصل کی جس کے صلے میں گورنر مغربی پاکستان کی طرف سے گولڈ میڈل اور وائس چانسلر کی طرف سے سلور میڈل دیا گیا۔

"اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔ جس پر ۱۹۷۱ء میں انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا گیا۔ اس تحقیقی مقالے میں ۲۰۰ سے زائد اردو تراجم وتفاسیر کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اور مقدمے میں پچاس سے زیادہ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر کا محققانہ انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا یہ غیر مطبوعہ مقالہ راقم الحروف کو اکی فرمائش پر دکھایا تھا۔

ڈاکٹر صاحب اہلسنت کی نابغۂ روزگار ہستی تھے۔ جنکی نظیر ملنا واقعی مشکل ہے۔ اور یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریر اتنی شائستہ، شستہ اور پر تاثیر ہے کہ جو بھی اسے ایک بار پڑھ لے وہ اسے کبھی بھلا نہ سکے گا۔ ہزاروں زندگیاں صرف انکی تحریرات کے اثر سے سنور گئیں۔ جو شخص اتنی خوبصورت، موثر اور روشن تحریریں لکھتا ہو، وہ خود کتنا روشن ضمیر ہوگا۔ اس کا یقین ہر اس شخص کو ہے، جس نے انہیں دیکھا اور ان سے ملا ہے۔ ڈاکٹر صاحب "ماہر رضویات" کے لقب سے معروف ہوئے، بلکہ یہی لقب ان کی پہچان بنا، مگر وہ ایک معتدل مزاج مصنف اور محقق تھے۔ گو مسلکاً بریلوی تھے مگر عام بریلویوں سے بالکل ہٹ کر۔ گزشتہ چند بیس سالوں سے انہوں نے اپنی تحریرات کا مرکز ومحور قرآن اور صاحب قرآن کو بنالیا تھا۔ اور اس حوالے

سے متعدد کتب و رسائل بھی تحریر فرما چکے تھے۔ اور اب یہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ روحانی اقدار میں وہ سلف کا معیاری نمونہ تھے۔ ان کے پاس بیٹھ کر دلوں کو سکون ملتا تھا۔ بڑے وضع دار آدمی تھے۔ اور مہمان نواز بھی بڑے تھے۔ راقم الحروف کو کئی بار انکی مہمانی کا شرف حاصل ہوا اور ایک بار میزبانی کا بھی۔ مرحوم سے میری ذاتی یادوں کا سلسلہ بہت پرانا ہے۔ جسے کسی آئندہ مضمون میں لکھا جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب اپنے علمی اور روحانی آثار کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اور جگمگاتے رہیں گے۔ اللہ تعالی ان کے علمی اور روحانی فیض کا سلسلہ قائم و دائم رکھے (آمین)

مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ

دینی اور علمی حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و غم کے ساتھ سنی اور سنائی گئی کہ دارالمصنفین کے ناظم اور عالمی شہرت یافتہ ماہنامہ معارف کے مرتب (مدیر) جناب ضیاء الدین اصلاحیؒ ۲ فروری ۲۰۰۸ء کو ایک کار حادثے کے نتیجے میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون...

مولانا اصلاحیؒ ایک عالمی شہرت یافتہ اسکالر تھے۔ محفلوں کی جان تھے مرنجاں مرنج انسان تھے، بلند پایہ محقق تھے۔ حدیثوں پر گہری نظر رکھتے تھے۔ قرآنی فکر کا غلبہ و استعلاء ان کا مطمح نظر تھا۔ قرآنی افکار پر مشتمل ان کا مجموعۂ مقالات "ایضاح القرآن" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اگست ۲۰۰۷ء کے معارف میں ناسخ و منسوخ پر ایک مضمون شائع ہوا۔ جسمیں مقالہ نگار نے قدماء کے نظریے کا اثبات کیا تھا۔ مگر مضمون کے شروع میں اصلاحیؒ صاحب نے اس پر جو نوٹ لکھا۔ اس سے انکی فکری و نظری جہت کا اندازہ ہوا۔ ان کے شذرات، انکے بے پناہ مطالعہ کے غماز اور انکی فکری وسعتوں کے عکاس ہیں، انکی تحریروں سے انکی علمی عظمت جھلکتی ہے۔ معارف سے انکی وابستگی کی عمر ترپن سال بنتی ہے۔ کیونکہ ان کا پہلا مضمون فروری ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا۔ مرتب (مدیر) کی حیثیت سے معارف کے سرورق پر ان کا نام چھپتا تھا۔ اب ان کے بعد محترم اشتیاق احمد ظلی اور جناب محمد الصدیق ندوی صاحبان کے نام شائع ہو رہے ہیں۔ اللہ انہیں مرحوم کا صحیح جانشین بنائے اور انکی علمی سربراہی میں معارف کو سدا بہار بنائے رکھے (آمین) یہاں یہ تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ سہ ماہی التفسیر کے پہلے شمارے پر مولانا مرحوم نے جو شذرہ لکھا تھا۔ وہ انکی طرف سے میرے لیئے بہت بڑا آنر (Honour) تھا (دیکھئے مئی ۲۰۰۵ء کا ماہنامہ معارف) مرحوم نے ۲۰۰۷ء میں راقم الحروف کے دو مضامین بھی شائع کیئے تھے۔ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور اپنے جوار رحمت میں جگہ رحمت فرمائے (آمین)

تبصرۂ کتب

علامہ محمد اعظم سعیدی

مہتمم جامعہ اسلامیہ کورے وال (ٹرسٹ)

نام کتاب	اللہ یا خدا
مصنف	ڈاکٹر ازھر ازھری
سن اشاعت	ندارد
صفحات: ۳۶	قیمت: ۳۰
ناشر	مرکز تحقیقات اسلامی (مکمل پتہ درج نہیں)

زیر نظر مختصر تحقیقی کتابچہ کہ جس میں ڈاکٹر ازھر ازھری نے مدلل طریقہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالی کو مختلف زبانوں میں جن اسماء سے پکارا جاتا ہے وہ بھی درست ہیں، یہ بحث کہ اللہ تعالی کی جگہ لفظ خدا کا استعمال صحیح ہے یا نہیں؟! اس حوالے سے مجلہ التفسیر میں چند ایک مضامین بطور غزل و جواب آں غزل شائع ہو چکے ہیں، میں اس کتابچہ کو بھی اسی کی کڑی سمجھتا ہوں، جس میں معترضین کے اشکالات کے مدلل جواب دیئے گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ خدا زرتشتیوں کے بت کا نام ہے، مگر محقق نے ثابت کیا کہ زرتشتی کسی بت کی پوجا نہیں کرتے بلکہ وہ آگ کو اہورا مزدا (AHURA.MAZDA) کا نور سمجھ کر اس کی پرستش کرتے ہیں، جبکہ اللہ تعالی کے لیے ان کے ہاں سپریم گاڈ کا تصور موجود ہے اور اس سپریم گاڈ کو اہورا مزدا کے نام سے پکارتے ہیں اور اسے دنیا، انسان بلکہ تمام اشیاء کا خالق یقین کرتے ہیں اور ان کے عقیدے میں اہورا مزدا کی شکل میں توحید کی جھلک موجود ہے، نیز جس طرح مسلمان اللہ تعالی کے ۹۹ نام گنواتے ہیں اسی طرح زرتشتی بھی اہورا مزدا کے ۱۰۱ نام گنواتے ہیں، جن میں پہلے چار نام ہیرو، ہروسپ تواں، ہروپ آگاہ، ہروسپ خدا ہیں، جن کے بالترتیب معنے ہیں لائق عبادت، سب سے طاقت ور، ہر چیز کا جاننے اور سب کا مالک، جبکہ نمبر ۸۶، ۹۵ اور ۹۸ والے نام خداوند، دادار، دادار ہیں جن کے معنے پیدا کرنے والا، منصف، دوست، خدائے تعالی ہیں یعنی زرتشتیوں کے معبود کا ذاتی نام اہورا مزدا ہے اور وہی سپریم گاڈ ہے۔

مصنف نے اسی اسلوب میں میری تثلیث، آشوری، شامی اور رومن تثلیث، مصری اور ہندو تثلیث پر بھی مختصر مگر جامع گفتگو کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ جس طرح عربی گرامر میں اسم نکرہ کو اسم معرفہ میں بدلنے کے لیے شروع میں ال لگاتے ہیں اسی طرح انگریزی میں The لگا دیتے ہیں جیسے ہندوؤں